جلد ۲ | مورخہ ۲۲- اپریل ۱۹۱۵ء مطابق ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ | نمبر ۱۳۰

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی صحت اچھی ہے۔ ۱۹- اپریل بوجہ ناسازی طبع عالی درس قرآن مجید نہ دے سکے +

۲- ۱۸- اپریل چوہدری فضل الدین صاحب مختار عدالت بٹالہ نے ابطال الوہیت مسیح پر مبلغین کی اعلیٰ جماعت کے لئے احمدیان قادیان کے سامنے لکچر دیا۔ چوہدری صاحب نے اس مضمون کے لئے بہت تیاری کر رکھی تھی پہلے انجیل کو پڑھ کر الوہیت کے دلائل الگ کئے پھر اسی انجیل سے انکی تردید۔ مضمون پورا سنایا نہ جا سکا۔ امید ہے تمام چھپ جائیگا۔ اس سے پہلے دو اتوار خالی گئے اور حسب پروگرام مشتہرہ کوئی لکچر نہ ہوا +

۳- ۱۹- اپریل لوکل انجمن احمدیہ کے نظام کو از سر نو قائم کرنے کے لئے احمدیان قادیان کا جلسہ ہوا۔ اب انشاء اللہ غیر ملازموں سے بھی باقاعدہ چندہ وصول ہو سکے گا +

اخبار احمدیہ

سلسلہ احمدیہ کے ایک نادان دوست نے نہایت دریدہ دہنی سے سید ناحمود کو کتب فروش لکھا تھا۔ خدا کی غیرت ایسی ہوئی کہ اس سے تھوڑے ہی عرصے بعد خود اسکے سلسلہ امیر کا اشتہار شائع ہوا کہ بعض نو تصنیف شدہ کتب کے لئے وی پی کی درخواستیں اسکے نام آئیں اسے کہتے ہیں کتب فروشی +

۲- بٹالہ کو جو طلباء امتحان کے لئے گئے ہیں۔ انکے نگران حال نے پوچھا۔ کہ نماز جمع اور قصر کریں یا نہیں پہلے تو ہم کرتے تھے۔ فرمایا خلیفۃ ثانی نے کہ چونکہ سفر کے کوسوں (۷ کوس۔ ۳ منزل) اور مدت رہایش (۳ روز - ۱۵ روز) میں بھی اختلاف ہے اس لئے جو قصر کرتے ہیں وہ قصر کریں جو نہیں کرتے نہ کریں ایکدوسرے پر اعتراض نہ ہو۔ ہاں جمع کے سوا چارہ نہیں کیونکہ امتحان ہے +

۳- برادر عبداللہ خان گرداور زقانونگو لکھتے ہیں کیسے لوگ ہیں قدر نہیں کرتے کشتی سے نکل نکل سمندر کی موجوں میں بہ رہے ہیں +

۴- برادر محمد صدیق گھوگھیاٹ لکھتے ہیں میری زوجہ اور میری بچی کو یقین ہو گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے سچے نبی تھے سلسلہ احمدیہ میں داخل فرمائے +

۵- واتہ زید کا اور قلعہ صوبہ سنگھ دوسرے تیسرے روز خط آجاتا ہے کہ اتنے آدمی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں +

۶- ایک دوست ذکر کرتے ہیں کہ ایک خلافت کا دشمن ڈاکٹر قرآنی نکات بیان کرتا ہوا کہنے لگا کہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان وہ ہے جو مرد و عورت کے مرکب نطفے سے ہو۔ چونکہ حضرت عیسیٰ کا باپ نہیں تھا اس لئے ضرور وہ انسان سے بالاتر ہستی تھے اور اس لحاظ سے اس بارہ میں عیسائی سچے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے غیر مبائع نے اسکی تائید کی۔ اسوقت میں خدا سے پناہ مانگتا ہوا اٹھ آیا کچھ

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلیشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر شائع ہوا

تعجب کی بات نہیں۔ ان لوگوں کا آخر یہی حال ہونا ہے +

۷- حکیم محمد قاسم صاحب لامونی سے لکھتے ہیں حافظ غلام رسول ۱۰-اپریل جہلم سے آئے چار گھنٹے وعظ کیا۔ تین اشخاص نے بیعت کی۔ فالحمد للہ رب العلمین +

۸- ایک دوست ایک عنید غیر مبایع کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے کہا چونکہ حضرت صاحب کی تحدّی والی پیشگوئیاں غلط ہوئیں اور انبیاء کی تحدّی والی پیشگوئی غلط نہیں ہوتیں۔ اس لئے حضرت صاحب نبی نہیں تھے بلکہ ولی تھے۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ عبد الحکیم خان کی مانند صاف صاف انکار کر دینگے فی الحال تو پیشگوئیوں کو غلط کہتے ہیں +

۹- بعض غیر مبایع کی دھمکی ہے کہ انکے پاس سید محمود کے بارے میں حضرت خلیفہ اول کی کوئی تحریر ہے نہیں معلوم وہ شائع کیوں نہیں کرتے۔ چھپاتے کیوں ہیں احسان کس پر ہے +

۱۰- وہ جو مسیح موعود کی غلامی کا دم بھرتے تھے اب انہیں سے بعض بدبختی سے مولوی ثناء اللہ امرتسری کی ڈائری نویسی کرتے ہیں پچھلے دنوں ایڈیٹر اہلحدیث نے لاہور لکچر دیا سب سے پہلے اس کا خلاصہ نہایت محبت و عزت سے پیغام میں چھپا اور اس بات پر خوشی منائی گئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ہمیں مسلمان کہا ہے گویا مسیح موعود کے غلاموں کا اسلام مولوی ثناء اللہ صاحب کی تصدیق کا محتاج تھا۔ مگر وائے بدقسمتی کہ تازہ اہلحدیث میں ایڈیٹر نے بتا دیا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہ تھا جو مرزا یعقوب بیگ صاحب نے سمجھے +

۱۱- جنازہ غائب۔ احباب میاں فضل شاہ صاحب مرحوم ساکن مالو کے بھگت۔ چودھری رحمت خان سکنہ کاٹھ گڑھ اور منٹگمری برادر ایوب خان رسالدار کی بیوی کا جنازہ پڑھ دیں +

تازہ خبریں

خالصہ منتھ کی حقیقت کا فیصلہ

معلوم ہوا ہے کہ برنالہ میں خالصہ منتھ کی حقیقت کی بنا پر دو آریہ سماجی صاحبان ماسٹر رونق رام اور پنڈت شیو دت پر مولوی فضل حسین صاحب ناظم برنالہ کی عدالت میں جو مقدمہ کچھ عرصہ سے چل رہا تھا اسکا فیصلہ سنا دیا گیا ہے اور ملزمان کو عدالت نے ایک ایک سال قید اور دو دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی ہے کہا جاتا ہے کہ اس فیصلہ کے خلاف چیف کورٹ پٹیالہ میں اپیل کی جائے گی +

طاعونی اموات

ہفتہ مختتمہ ۱۵-اپریل کے اندر تمام ہندوستان میں ۵۴۷۶۶ طاعونی اموات بہ تفصیل ذیل وقوع میں آئیں + احاطہ بمبئی و سندھ ۵۶۴ مدراس ۱۸- بنگال ۳۰- بہار اوڑیسہ ۱۶۰۵- صوبجات متحدہ ۸۰۰۸۴- پنجاب ۸۸۰۹- برہما ۶۱- ممالک متوسط ۴۵۸- ریاست میسور ۵۸- حیدرآباد ۱۵- وسط ہند ۵۴- راجپوتانہ ۵۵ جموں ۱۲۵ +

پولیس اُٹھادی گئی

وزیرآباد ۱۷-اپریل ۱۹۱۵ء- مسٹر ایف ڈبلیو کینیو ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ کرم آباد تشریف لائے۔ تشریف آوری کا خاص مقصد مولوی ظفر علی خان کو پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے کچھ پیغام پہنچانا تھا مسٹر کینیو کے حکم سے وہ پولیس بھی جو ۱۷ مارچ سے کرم آباد میں متعین تھی اُٹھا دی گئی پنجاب گورنمنٹ نے ذیل کی ضمانتیں منظور فرمائی ہیں۔ (۱) سردار خزان سنگھ دس ہزار روپیہ (۲) سید اکبر شاہ دد (۳) مسٹر محمود احمد خان پانچ پانچ ہزار +

مغویانہ رسالہ کی ضبطی

پنجاب گورنمنٹ نے بھی "دنیا زمانہ" مصنفہ لالہ ہردیال کو قابل قرار دیا ہے +

شمالی مغربی سرحد کی حالت

جنرل بلوم فیلڈ کی ماتحتی میں پشاور کی سپاہ کی موجودہ نقل و حرکت معمولی احتیاطی تدابیر پر مبنی ہے اور اس سے زیادہ اور کچھ معنی نہیں رکھتی۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ کوئی جنگ وقوع میں آئی ہے۔ مہمندیوں کی تہدید آمیز نقل و حرکت کی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ انھیں روپیہ کی ضرورت تھی اور وہ کسی مذہبی جوش کی وجہ سے نہیں بلکہ محض لوٹ مار کے لئے نکلے تھے +

لنڈن ۱۷-اپریل۔ فرانسیسی کروزروں نے اس پل کو تباہ کر دیا ہے جو سینٹ جین ڈیکر کو اس ریلوے سے ملاتا ہے جو اندرون شام کو جاتی ہے +

لنڈن ۱۷-اپریل بحیرہ اسود میں روسی تباہ کن کشتیوں نے ساحل اناطولیہ کے نواح میں ۴ ترکی سٹیمر اور متعدد بادبانی جہاز غرق کر دیئے ہیں نیز انھوں نے ترکی باٹریوں پر جو زنگولداق میں واقع ہیں حملہ کیا ہے +

لنڈن ۱۷-اپریل محکمہ اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ زیر کی سمت جو قلعہ شیبہ سے ۴ میل جنوب کو ہے ۱۴ ماہ حال کو برطانوی جارحانہ کارروائی جاری رہی برطانوی فوج نے ترکوں کو ایک ٹیلہ کی ہوکی سے پسپا کر دیا۔ پھر ہم نے ترکی فوج کی صف کلاں پر دشت برجیسیہ میں حملہ کیا۔ غنیم کی تعداد کم از کم ۱۵ ہزار تھی جس میں ۶ باقاعدہ بٹالین اور ۲۰ توپیں تھیں جو خندقوں میں بخوبی چھپی ہوئی تھیں۔ ہماری تمام صف نے بنوک سنگین حملہ کر کے غنیم کو خندقوں سے شدید مقاومت کے بعد نکالدیا۔ اور آفرین ہے برطانوی اور ہندوستانی فوج کی ہمت مردانہ اور عزم و استقلال سے غنیم کا تمام مورچہ سہ پہر کو سر کر لیا گیا +

شملہ ۱۷-اپریل۔ مزید حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ غنیم اپنے کیمپ کو چھوڑ گیا تھا جسمیں بہت کثیر التعداد خیمے۔ سامان خوراک اور ہر قسم کی گولی بارود پائی۔ غنیم کی پسپائی کی عجلت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ کھانا چولہوں پر پک رہا تھا۔ شہادتوں سے پایا جاتا ہے کہ غنیم کی پسپائی شمال مغرب کی جانب جاری ہے +

العریش کی ترکی قلعبندیوں پر حملہ

لنڈن ۱۸-اپریل کل ایک فرانسیسی جنگی جہاز نے جو ہوائی جہاز کو دیکھ بھال کے کام میں مدد دے رہا تھا العریش میں غنیم کی قلعبندیوں اور وہاں کے ترکی کیمپ پر موثر گولہ باری کی +

اتحادی جہازوں کی سرگرمی

لنڈن ۱۷-اپریل- دس جنگی جہاز اینوس کے قریب پہنچے اور دو نے خلیج اینوس میں داخل ہو کر ترکی کیمپ کو تباہ کر دیا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ جزائر منتی لین اور چیوس پر عنقریب قبضہ ہونیوالا ہے +

جرمن ہوائی جہازوں کا دوسرا حملہ انگلستان کے

مشرقی ساحل پر بار دگر ہوائی حملہ ہوا ہے- لوئیسٹاف اور مالڈن پر بم گرائے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک زپلین اور دو ہوائی جہاز اس تاخت میں شامل تھے۔ لکڑی کے ایک گودام میں آتشزدگی ہوئی اور کچھ مکانات تباہ ہو گئے۔ لیکن اب تک کوئی نقصان جان سننے میں نہیں آیا +

فرانسیسی ہوابازوں کی سرگرمی

لنڈن ۱۷-اپریل پیرس ہوائی جہاز بہت مستعدی دکھاتے رہے ہیں انھوں نے میز بریز کے روسے سٹیشن پر ۱۴ بم گرائے + ۱۰ بم راتھول کے بارود خانے پر گرائے گئے- ۱۰ بم لیوپولڈز ہو واقع بیڈن کے ریلوے کارخانے پر گرائے گئے جہاں شیل کے گولے بنتے ہیں۔ دشت مونٹ میں توپ خانے کی جنگ جاری ہے ہم نے تین باٹریاں خاموش کرا دیں اور گولی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان ۔ ۲۲ اپریل ۱۹۱۵ء

دنیا پر سخت عذاب الٰہی نمودار ہے

اس کا علاج توبہ ہے حقیقی توبہ مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ہے!

آج اس سے کس کو انکار ہے کہ آسمان زمین سے کھچا ہوا ہے اور مطلع دنیا مصائب و نوائب کے گرد و غبار سے مکدر ہو رہا ہے اور کون نہیں جانتا کہ ہابیل و قابیل کی روحیں آدم کے فرزندوں میں حلول کرکے وہی کر رہی ہیں جو ان کے مورثان اعلےٰ کی زندگی میں چھوٹے پیمانے پر ہوا تھا ۔ پھر اس سے کون ناواقف ہے کہ بنی نوع انسان کو آج اس عالمگیر اور حیرت انگیز تباہی سے سامنا ہے ۔ جسکی نظیر صفحات تاریخ اور ابنائے آدم کی لوح یادداشت سے مفقود ہے ۔ لیکن بایں ہمہ بہت کم ہیں ۔ جو اس بے نظیر مصیبت کے اسباب سے آگاہ ہوں تھوڑے ہیں جو آسمانی نشانات کا مطالعہ کرنے کی عادت رکھتے ہوں اور مرض کے اسباب دریافت کرکے اس کے علاج کے درپے ہوں ۔

ہم کو اس سے انکار نہیں کہ دنیا کی موجودہ حالت زار کو دیکھ کر اکثر روحیں پکار اٹھی ہیں کہ یہ عذاب الٰہی ہے ۔ اور اکثر یہ پکار رہی ہیں کہ توبہ کرکے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے ۔ چنانچہ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں خطیب دہلوی ۔ اور علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے حوالجات سے دکھا چکے ہیں ۔ سمجھدار لوگ اب اوسی نتیجہ پر پہونچ رہے ہیں جس کی طرف ہم ایک مرسل من اللہ کی تعلیم کے ماتحت ابتدا سے ہی اشارہ کرتے رہے ہیں وہ مانتے ہیں کہ دنیا کی موجودہ نازک حالت اور تباہی و بربادی انسانوں کو حد سے بڑھی ہوئی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے ۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ جو کل تک ہمارے اس استدلال پر ہنستے تھے ۔ آج وہ ہمارے مؤید ہیں ۔ ابھی چند ہی دن کی بات ہے کہ ہمعصر المشیر مراد آباد نے ہمارا نام

" دنیا کے مصائب سے خوش ہونیوالے اور ہر آفت و مصیبت پر بغلیں بجانے والے رکھا تھا "

اور ہمیں اوس الزام کا مورد کیا تہا جو ہمارے قلوب کی بیرونی سطح سے بھی اسقدر دور ہے ۔ جسقدر آسمان زمین سے ہم خدا کی قدرت دیکھئے کہ اب وہی ہمعصر رقمطراز ہے ۔

" ہمارا اعتقاد ہے کہ دنیا میں حرب و ضرب کے دور بھی حی القیوم ہی ڈالتا ہے ۔ اور منشاء ایزدی یہی ہوتا ہے کہ غافل اور سرکش بندے مآل کار پر غور کریں ۔ اور اپنے اعمال سئیات سے تائب ہو کر بہبود آخرت کریں ۔ چنانچہ جب بلقانیوں اور اطالیوں سے ٹرکی کو چشم زخم پہنچایا ۔ اور غیر مصافی مسلمانوں کو خون کے آنسو رلایا ہمنے ان فنا سامانیوں کو اپنے اعمال کا نتیجہ قرار دیا ۔ اور برادران ملی کو مشورہ دیا کہ وہ سچے دل سے تائب ہوں اور دعائے مغفرت کریں "

گویا ہمارا مراد آبادی ہمعصر بھی ہماری طرح موجودہ مصائب و نوائب کو " اعمال کا نتیجہ " اور " غافل و سرکش " بندوں کی سزا کا آلہ یعنے عذاب الٰہی تصور کرتا ہے ۔ اور وہی کہتا ہے جو ہمنے کہا تہا ۔ بقول اے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

ہمعصر موصوف کی پشیمانی کو مبارک فال سمجھتے ہیں اور توجہ دلاتے ہیں کہ وہ

ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

(یعنی ہم کسی قوم پر عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج لیں) کا بغور مطالعہ کرے ۔

ہمعصر المشیر کے اس حوالہ کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اب ناظرین کو اون اقوام کے خیالات سے بھی آگاہ کردیں جو آج مصائب میں مبتلا ہیں ۔ اس لئے ہم ذیل میں ایک جرمن پادری کے خیالات کا اندراج کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں

" جو چیزیں ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہ سکتیں کتنی دفعہ ہم پادریوں نے اپنے مصیبت زدہ دلوں سے درد ناک آواز نکالی ۔ اور قوم کو اس کی دین فروشی اور ناپاک زندگی پر چلنے سے روکا ۔ آہ ہماری آہ و زاری پر کسی نے کان نہ دھرا ۔ مگر اب خداوند قدوس کے فرشتوں نے دنیا پر اپنی قہر کی تلوار چمکا کے اور اس کے غصہ کی آگ دکھا کر دنیا کو ہلا دیا ہے ۔ اور اب یقیناً مذہب کا پانسہ پلٹیگا ۔ اور دنیا میں مذہبی حقوق پھر زندہ ہونگے ۔ × × × × نمائشی تہذیب اور تمدن نے ہماری جرمن قوم کو بھی نہ جرمن رکھا تھا نہ عیسائی تھا بیرونی نمایش ۔ جھوٹی شوں شاں ۔ عیش کے ناز نخرہ ۔ اپنے تئیں خدا سے بڑھ کر سمجھنا اور سارے برے کاموں میں دنیا کی تقلید کرنا ان کا گندہ اور ناپاک لٹریچر پڑھنا ۔ صنعت اور دستکاری سے بیہودہ چیزیں تیار کرنا شروع کر دیا تہا ۔ اور عورتوں کے بیہودہ عیش میں تو جسقدر رنگ آمیزی اور فضول خرچی کی گئی تھی ۔ اسے دیکھ کے ہمارا دل کانپتا تھا ۔ یہ ہماری قوم کا سب سے ہولناک اور ناقابل معافی جرم تھا اور ضرورت تھی کہ ہم ان ہولناک جرائم سے سچے دل سے توبہ کریں × × × × × بہت جلد ہم نے کلنک کا ٹیکا اپنی پیشانی سے دھو ڈالا اور جرمنی قوم کی زندگی بالکل بدل گئی ۔ یاد رکھو عمر بھر کے گناہ ایک ذراسی توبہ سے دور نہیں ہوسکتے ۔ سچی توبہ کرنیوالے گناہ کا داغ اپنی پیشانی سے دھو سکتے ہیں ۔ مگر اعمال بد کی سزا ایک دم بھر میں پوری نہیں ہوسکتی ۔ اس کے علاوہ وہ گناہ وہ ہولناک جرائم جو ساری قوم نے شریک ہو کے کئے ہیں وہ اسی وقت رفع ہونگے جب ایک دفعہ ساری قوم جمع ہو کے ایک خاص وقت اور خاص تاریخ میں سچے دل سے توبہ کرے گی اور خداوند قدوس سے اپنے جرائم کی معافی مانگیگی " ٭

اب ان حوالجات سے صاف ظاہر ہے ۔ دنیا کے اندر اپنے گناہوں کا احساس پیدا ہوگیا ہے ۔ مسلمان کہلانے والے ایک طرف مسیحی دوسری طرف یہ یقین کر رہے ہیں کہ دنیا کی موجودہ حالت عذاب الٰہی کا نتیجہ ہے مگر وہ توبہ کے اصل راستہ سے بے خبر ہیں حقیقی توبہ مسیح موعود پر ایمان لا کر کافر سے مسلمان اور مسلمان سے مسلمان ہونے پر انحصار رکھتی ہے ۔ پس ضرورت ہے کہ وہ اس تدبیر کو پہچانیں ۔ جس کی تائید میں آسمان زور آور حملے کر رہا ہے اور جس نے ان تمام حالات کی قبل از وقت خبر دیدی تھی ۔ وہ خدا کا فرستادہ مسیح قادیانی ہے جو فرماتا ہے ۔

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو ٭ ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن ٭

مُسافر آگرہ سے ہمارا مناظرہ

مسافر آگرہ نے اپنے اخبار میں ہمکو مباحثہ کے لئے چیلنج دیا تھا جسکو منظور کر کے ہمنے الفضل میں ایک تجویز پیش کی تھی کہ مسافر آگرہ سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ملہم صادق ہونے پر جو ہمارا مناظرہ ہو وہ الفضل اور مسافر آگرہ میں چھپتا جائے۔ اور طرفین جو دلیل دیں وہ اپنی مذہبی کتب سے دیں ÷

مسافر آگرہ نے ۱۶- اپریل کے پرچے میں لکھا ہے۔ کہ مناظرہ کی کارروائی مسافر آگرہ میں نہیں چھپے گی۔ دوم پریزیڈنٹ تین منظور ہیں۔ مگر وہ کسی مستند مذہبی تاریخی علمی حوالے کو کاٹ نہیں سکیں گے۔ سوم اپنی اپنی الہامی کتاب سے دلیل دینی ضروری نہیں بلکہ جملہ عقلی و نقلی ثبوت دینے کا اختیار ہوگا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ وہ بذریعہ اخبار مناظرہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصد تو مناظرہ سے یہ تھا کہ آریوں کو فائدہ پہنچے۔ جب وہ اپنے اخبار میں اس کو درج ہی نہیں کرنا چاہتے۔ اور یوں اپنے ناظرین کو اس سے بے خبر رکھتے ہیں تو مناظرہ سے کیا فائدہ۔ البتہ دوسرا طریق مسافر آگرہ نے یہ پیش کیا ہے جو اس کی عین خوشی ہے۔ اور وہ یہ ہے :-

کہ آپ خود ہمیں جملہ ذمہ داری اپنے سر پر لیکر اپنی مجلس میں بلائیں یا جہاں ہم آپ کو مدعو کریں ہماری جملہ ذمہ داری پر آپ تشریف لانا گوارا فرمائیں۔

سو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔ ہم جہاں آپ چاہیں آنے پر آمادہ ہیں۔ آپ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے مناظرہ کی اجازت لے کر بھجوا دیں ÷

(۱) پریزیڈنٹ تین ہونگے۔ آریہ ایک احمدی۔ اور ایک طرفین کا مسلمہ۔

(۲) ہماری مستند کتابیں صرف قرآن شریف اور صحیح البخاری ہیں۔ اور لغت کی معتبر کتاب۔ بس اسی میں سب تاریخ بھی آجائے گی ÷

(۳) مباحثہ تحریری ہوگا۔ اور فریقین کی تحریریں حاضرین کو سنادی جائے گی (دیکھو شرائط مناظرہ مولوی ثناء اللہ صاحب مندرجہ الفضل ۔ یکم اپریل ۱۵ء)

پہلے روز ہم مدعی ہیں[۵]۔ دوسرے روز آپ ویدوں کے الہامی ہونے کا پرچہ دیں۔ ہم جواب دینگے پھر آپ جواب الجواب۔ تاریخ مقررہ سے اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت اور مقام مباحثہ سے بواپسی اطلاع دین۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ جو دعوےٰ کیا جاوے۔ وہ بھی اپنی الہامی کتاب سے اور جو اس کی دلیل دی جائے وہ بھی اسی الہامی کتاب سے اس کے یہ معنے نہیں کہ مثلاً ہم قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ دیں۔ اور کہیں کہ چونکہ یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اس لئے مان لو۔ بلکہ اس سے مراد ایسی عقلی یا نقلی دلیل پیش کرنا ہے۔ جو خود اس الہامی کتاب نے پیش کی ہوئیں اس کا التزام آپ کو کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اگر اس مذہب کا قائم مقام اپنے ذہن سے کوئی دلیل پیدا کر کے دیتا ہے تو وہ اس مذہب کا قائم مقام نہیں۔ بلکہ وہ تو بجائے خود مدعی ہے ÷

اور آپ اپنی مستند کتب سے قبل از مناظرہ اطلاع دین ÷

جناب خواجہ صاحب کا مُرشد اور اس کا مُنکر

آپکا مُرشد اگر احمدؑ جری اللہ ہے
جو مثیل ابن مریم اور نبی اللہ ہے
تب تو جو منکر ہو اس کا حسب قرآن و خبر
وہ مسلمان نام کا ہے کافر و گمراہ ہے

مسیح موعود کا مُنکر

آپکا مُرشد اگر وہ عیسیٰ موعود ہے
جس کی قرآن و بخاری میں خبر موجود ہے
پھر تو جو اس کو نہ مانے حسب قرآنؐ و حدیث
خواجہ صاحب، وہ یہودی سیرت و مردود ہے

امام الزمان کا منکر

آپکا مرشد اگر اللہ سے تھا ہمکلام
تھا امام الوقت اور حضرت محمدؐ کا غلام
اس سے جو مُنکر ہُوا وہ حسب ارشاد نبی
جب مرا جاہل مرے گا جبتک پہچانا امام

ولی اللہ کا منکر

آپ کا مُرشد اگر اک مرد نیکو کار ہے
ہاں ولی اللہ ہے کچھ عالم اسرار ہے
تب بھی جو اس کا مخالف ہو تو کہتی ہو حدیث
وہ عدو اللہ رب سے برسر پیکار ہے

مومن کا مکفر اور مکفر کو مومن جاننے والا

آپکا مرشد اگر اک با خدا انسان ہے
اور دشمن کی نظر میں کافر و شیطان ہے
آپکے نزدیک وہ اور جو اُسے مومن کہے
خواجہ صاحب کس طرح پھر مرد با ایمان ہے؟

خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی از پشاور

پانچ سوالوں کے جواب

"ایک ہزار"

الفضل میں کسی دوسری جگہ "پانچ سوالوں کا جواب" نوشتہ حضرت خلیفہ ثانی مندرجہ اخبار الفضل چھپوانے کے لئے احباب سے تحریک کیگئی ہے۔ اس مضمون کے دینے کے بعد حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پور کا خط پہنچا کہ ایک ہزار جلد میرے خرچ پر چھپے۔ اب دوسرے احباب بھی جس جسقدر جلدیں اپنے خرچ پر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں اطلاع دیں مگر بہت جلد تاکہ اسقدر تعداد چھپوائی جائے۔ اور اگر کوئی صاحب لکھوائی یا چھپوائی کا خرچ دینا چاہے تو یہ بھی بہتر ÷

من لم یعرف امام زمانہ ومات فقد مات میتۃ الجاھلیۃ
من عادلی ولیا لی فقد اٰذنتہٗ للحرب۔
وہ مکفر اور جو مکفر کو مسلمان کہے ÷

---

[۵] جواب الجواب ہمارا ہوگا ÷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نامۂ حیدرآباد دکن

نمبر ۱

(نوشتۂ مفتی محمد صادق)

مخدومی ایڈیٹر صاحب الفضل! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عاجز جب سے مکرمی حافظ روشن علی صاحب کے ساتھ حیدرآباد آیا ہے۔ اکثر احباب کے خطوط آتے رہتے ہیں کہ حیدرآباد میں تبلیغ کے حالات سے ہمیں اطلاع دو۔ بعض احباب کو خطوط کا جواب بھی دیا جاتا ہے۔ مگر حلقۂ احباب وسیع اور سب کو خط لکھنا بھی مشکل۔ کئی دفعہ مجھے خیال ہوا کہ ایک مضمون لکھ کر اخبار کو روانہ کردوں۔ مگر بسبب کم فرصتی کے یہ خیال عمل میں نہ آسکا۔ الحمد للہ کہ آج کچھ لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی ٭

سب سے اول اختصاراً میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جس مقصد کے واسطے حضرت خلیفۃ المسیح فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو یہاں بھیجا تھا۔ وہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہت کچھ پورا ہو گیا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ کتاب تحفۃ الملوک باوجود بعض رکاوٹوں کے ہز ہائی نیس شاہ دکن کے حضور پہنچی۔ پڑھی گئی اور قبول ہوئی۔ اور اظہار خوشنودی کا پروانہ ہمیں ملا۔ اس کے بعد اراکین ریاست میں وہی کتاب خوب تقسیم ہوئی۔ بالمشافہ بڑے بڑے نوابوں اور ججوں اور اہلکاروں اور مشائخ سے گفتگو ہوئی۔ اور پیام حق سب کو پہنچایا گیا حضرت خاتم النبیین کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود و مہدی مسعود کے آنے کی خبر سب کو دیگئی۔ ہر جگہ کم و بیش سلسلہ کے متعلق گفتگو بھی ہوئی۔ تقسیم کتب کے علاوہ کئی ایک محلوں میں بڑے بڑے شاندار جلسوں میں کئی ایک وعظ ہوئے۔ تین جگہ درس قرآن شریف جاری ہوا۔ اتفاقی طور پر بعض علماء کے ساتھ بحثیں بھی ہوئیں۔ اور ان بحثوں کے سننے کے واسطے بعض دفعہ کئی سو آدمی کا مجمع بھی ہو جاتا رہا۔ ان سب باتوں کے علاوہ متفرق طور پر بھی لوگوں کو تبلیغ ہوئی۔ اور ہوتی رہتی ہے۔ کئی ایک آدمی سلسلہ بیعت میں بھی داخل ہوئے۔ شہر اور اس کے نواح میں احمدیت کا خوب چرچا پھیل گیا ہے۔ اکثروں کی بدگمانیاں دور ہو رہی ہیں۔ اور لوگ حق کو قبول کرنے کے نزدیک آتے جاتے ہیں ٭

یہی مقصد تھا جس کے واسطے کہ ہم یہاں بھیجے گئے تھے۔ اور وہ بفضل تعالےٰ پورا ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے کرم سے ہم کو کامیاب کیا۔ لیکن اس جگہ میں اس امر کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے بعض دوستوں نے تبلیغ کے معاملہ میں کامیابی کے معنے غلط سمجھ رکھے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ جب ہم کہیں جائیں۔ تو غیر احمدی لوگ کثرت سے ہمارے استقبال کو آویں۔ اور ہمارے لیکچر کو سننے کے واسطے ہزارہا جمع ہوں۔ اور ہماری باتوں کو سن کر واہ وا کریں۔ اور تالی بجائیں۔ اور ہمارے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ تو ہم کامیاب ہو گئے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ناکام رہے ٭

میرے خیال میں بے شک یہ ایک کامیابی ہے۔ اور بہت بڑی کامیابی ہو۔ بشرطیکہ ہمارا مقصد صرف یہ ہو۔ کہ بہرحال لوگ ہم سے خوش ہو جائیں۔ اور ہم بھرے جلسوں میں پھولوں کا ہار پہنائے جائیں۔ جو چیز کسی شخص کو مد نظر ہو۔ اس کا حصول اس کے لئے کامیابی ہے جو بات کہ سامعین پہلے سے مانتے ہوئے ہوں اسی کے مزید دلائل انکو سنا کر خوش کر لینا کوئی مشکل بات نہیں۔ اہل اسلام میں کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل دیکر انکو خوش کر لینا یا گرجا میں کھڑے ہو کر حضرت مسیح کی تعریف کے گیت گا کر چیئرز لے لینا یا مندر میں جا کر کرشن مہاراج کی خوبیاں بیان کر کے اہل ہنود سے واہ واہ کہلانا ایک آسان کام ہے۔ اور ہر ایک شخص جو تقریر کرنیکی کچھ قوت رکھتا ہو۔ ایسا کام کر سکتا ہے۔ لیکن اس شخص کے واسطے جو اللہ تعالےٰ کیطرف سے متکلم ہو کر آیا ہو اور لوگوں کو انکی غلطیوں پر آگاہ کرنے کا کام اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ بہت سے مشکلات کا سامنا ہے۔ اور اس کے ساتھیوں کے واسطے جو دل استوار کر کے پبلک کو حق پہنچانا چاہتے ہے۔ بڑی کٹھن منزلیں ہیں ایسے لوگوں کی کامیابی اس امر میں نہیں کہ لوگ اُن پر خوش ہوں۔ بلکہ انکی کامیابی صرف اس بات میں ہے کہ وہ مخلوق کو حق کا پیغام پہنچا دیویں۔ اگر انہوں نے اس الٰہی منشاء کو پورا کر لیا تو وہ کامیاب ہو گئے۔ خواہ سننے والوں نے اُسے قبول کیا یا سُنکر پتھر پھینکے۔ اس کی کامیابی میں شک نہیں۔ اور اگر کسی خوف یا طمع یا بزدلی یا کمزوری نے اُسے اس خاص پیغام کے پہنچانے سے روک دیا۔ تو پھر وہ ناکام ہے۔ اگرچہ ساری دنیا اس پر راضی ہو جائے۔ دہلی میں حضرت مسیح موعود کے مکان کا دروازہ توڑا گیا۔ مگر حضرت کامیاب تھے۔ اور امرتسر میں آپ پر پتھر پھینکے گئے۔ اور لیکچر کسی نے نہ سنا۔ مگر آپ کامیاب تھے صاحبزادہ عبد اللطیف پتھروں کے درمیان مارا گیا۔ مگر وہ کامیاب اور بامراد اس دنیا سے گذرا۔ کیونکہ ان واقعات نے کلمہ حق کی اشاعت کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی تازہ وحی جو آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ وہ ان واقعات کے ذریعہ سے زمین پر پھیلی۔ پس صادق کی کامیابی اسمیں ہے کہ وہ الٰہی مقصد کو پورا کرے اور کسی ملامت کنندے کی ملامت سے نہ ڈرے۔ ہاں نیک نیتی کے ساتھ حکمت سے کام لینا ضروری ہے لیکن اس کا نام حکمت نہیں کہ اصل مقصد ہاتھ سے جاتا رہے غرض ہمنے یہاں حق پہنچایا ہے اور صاف لفظوں میں پہنچایا ہے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور پھر اس کی غریب نوازی ہے کہ ہم کسی تکلیف اور ابتلاء میں نہیں ڈالے گئے لیکن ہمنے اپنے آپ کو ہر وقت اس امر کے واسطے طیار رکھا ہے کہ حق کے اظہار سے جو ہو سو ہو ٭

سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہاں کے بادشاہ حضور نظام دکن ایک حد تک سلسلہ حقہ کے صحیح حالات سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور ہم کو یہ اُمید ہو گئی ہے کہ ہمارے خلاف بے جا تعصب کی باتیں انکے منصف مزاج قلب پر کوئی اثر نہ کرینگی۔ اور احمدیوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہونگے جو ایک عدل گستر بادشاہ کی رعایا کو حاصل ہوتے ہیں خواہ وہ کسی مذہبی عقاید کے ہوں ٭

پھر یہاں کے اکثر اراکین سلطنت سلسلہ حقہ کے حالات سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے دعوی اور دلایل سے ایک حد تک وہ واقف ہو چلے ہیں ایک معزز نواب صاحب کے مکان پر درس قرآن شریف ہوتا ہے۔ ایک پبلک

درس چودھری نواب علی صاحب کے مکان پر ہوتا ہے اور
ایک چار انگریزوں کی درخواست آئی ہے کہ ہم بھی درس قرآن
شریف سننا چاہتے ہیں۔ ایک نسائنانہ درس قرآن مخدومی
میر احمد صاحب کے گھر میں ہوتا ہے۔ جہاں معزز خواتین
قرآن شریف کا ترجمہ اور تفسیر سنتی ہیں۔ یہ تمام درس شیخ ومی
حافظ روشن علی صاحب دیتے ہیں۔ اور عموماً یہ عاجز بھی
انکے ساتھ رہتا ہے۔ اور کبھی میر بشارت احمد صاحب ہمیشہ ساتھ
رہتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے کاروبار کو ترک کر کے رات دن
سوائے اس کے اور کوئی شغل باقی نہیں رکھا کہ تبلیغ کے کام
میں ہمارے ساتھ رہیں یا ہماری خدمت کریں۔ اللہ تعالے
انہیں اپنی خاص رحمتوں سے حصہ وافر دے *

ایک خاص خوشی کی بات قابل ذکر یہ ہے کہ یہاں کے ایک معزز
تاجر شیخ الادین صاحب ہمارے ایک لیکچر میں شامل ہوئے
تھے۔ اس کو سننے کے بعد انہوں نے اپنے مکان پر لیکچر کرائے
اور پھر اپنے مکان پر درس قرآن شریف جاری کرایا۔ اور ساتھ
ساتھ سلسلہ کے حالات دریافت کرتے رہے اور خوب
تحقیقات کی۔ دوران تحقیقات میں کئی ایک مولوی صاحبان
بھی ان کے پاس گئے۔ اور ان کو سمجھاتے رہے۔ اور مخالفین
کی کتب بھی ان تک پہنچائی گئیں۔ سب کچھ سنکر اور دیکھ بھال کر
بالآخر کل جمعہ کو انہوں نے اور انکے ایک ماموں صاحب نے بیعت
کرلی ہے۔ چونکہ ان کے تمام خاندان کے ممبر شریف اور
فہیم لوگ ہیں۔ اس واسطے ہم امید کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ
سب اس حق کو قبول کرلیں گے *

(باقی آئندہ) ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۵ء

دو شعر

تشحیذ پڑھ کر ابوفضل احمد صاحب کلرک کیمپ کورٹ راولپنڈی یہ دو شعر
بھیجتے ہیں:۔

کہہ چکا کہنا تھا جو کچھ جب رئیس المنکرین
خوب الکو دے جواب اس کا دیا دندان شکن
شرم و غیرت سے ہو گر حصہ اُسے کچھ بھی ملا
ڈھانپ کر منہ اپنا روئے آج وہ پیمان شکن

پانچ سوالوں کے جواب

نوشتہ حضرت خلیفۃ ثانی

کتابی صورت میں

برادر ہاشم علی صاحب گرداور قانونگوئی تحصیل بھٹنڈہ تجویز
پیش کرتے ہیں کہ اخبار الفضل ۱۳۔ اپریل میں جو ایک صاحب کے
پانچ سوالوں کا جواب چھپا ہے۔ اسے کتابی صورت میں چھپا کر
مفت تقسیم کیا جاوے۔ کیونکہ یہ بہت مفید اور مؤثر ہے اور
وہ کاغذ کا خرچ اپنے ذمے لیتے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء
اسی طرح اگر کوئی صاحب یا صاحبان لکھوائی اور چھپوائی کا خرچ
اپنے ذمے لے لیں تو دو ہزار چھاپ کر شایع کر دینے کا ارادہ
ہے۔ لکھوائی سات روپے۔ چھپوائی سولہ روپے اور کچھ بھی
جائے کاغذ اٹھارہ روپے کا۔ یہ دو ہزار کے خرچ کا
سرسری اندازہ ہے۔ ایک ہزار کے لئے لکھوائی تو وہی رہیگی
البتہ چھپوائی آٹھ روپے اور کاغذ نو روپے کا ہوگا
احباب اگر چاہیں اور اس کے لئے روپیہ بھیجدیں تو ہم جلد
شایع کر دیں *

مُردہ پر فاتحہ خوانی

دیہات میں جو مُلاں رہتے ہیں وہ بعض اوقات عجیب طور پر
عربی الفاظ کے معنے کر کے ناخواندہ لوگوں کو دھوکا دیتے
ہیں۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہو۔ کیونکہ اگلے مسیح مخالفوں سے
شبراً بشبر۔ انکے رویہ کی مطابقت ضروری تھی۔ چنانچہ جوامع
الکلم عن ما صنعہ کا تازہ نمونہ یہ حدیث ہے۔
لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم رواہ
ابو داؤد۔ اس کے معنے مُلاں صاحب نے یہ کئے ہیں کہ قدریوں
کے ساتھ مجالست نہ کرو۔ اور انکی فاتحہ خوانی نہ کرو۔ بس اس سے
ثابت ہوا کہ مسلمانوں میں سے کوئی مرے تو اس کی فاتحہ خوانی
ضرور ہونی چاہیئے۔ اگر مسلمانوں کی فاتحہ خوانی سنت نہ ہوتی تو
آپ یہ نہ فرماتے کہ قدریوں کی فاتحہ خوانی نہ کرو۔ واضح ہو کہ
تفاتحوھم کے معنے فاتحہ خوانی کے کسی لغت کی کتاب میں
نہیں نہ کسی شارح حدیث نے یہ معنے کئے ہیں۔ اور میرا
خیال ہے کہ بجز اس نادان مُلاں کے کسی کے خیال میں بھی نہیں
گذرے ہونگے۔ دیہات کے بعض اوباش بھنگی فقیر بعض آیات کے
پنجابی لفظوں کے مطابق معنے بیان کر کے اپنے طرز عمل کو مستحسن
بتایا کرتے ہیں۔ مثلاً کلا سوف کے معنے نعوذ باللہ کلے صاف
کرانے۔ داڑھی منڈانے کے۔ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ
قدریوں کے ساتھ تعلقات نشست برخاست قائم نہ کرو اور
انہیں سلام میں ابتداء نہ کرو۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر
میں حدیث ہے۔ اور اس کے حاشیہ پر ولا تفاتحوھم من
الفتاحۃ بضم الفاء وکسرھا ای الحکومۃ اے لا تحاکموا
الیھم قیل لا تبدؤھم بالسلام او بالکلام مرقاۃ
یعنے انہیں حکم نہ بناؤ۔ کوئی اپنا مقدمہ ان کے پاس از خود
نہ لے جاؤ یا سلام و کلام میں ان سے ابتداء نہ کرو۔ قدری کلمہ
پڑھتے نماز و روزہ بھی۔ مگر سلام و کلام کی ابتداء اور مجالست
ان سے منع ہے۔ بلکہ انہیں مجوس ہذہ الامۃ کہہ کر عیادت اور
جنازہ سے بھی روک دیا۔ ان مرضوا فلا تعودوھم وان
ماتوا فلا تشھدوھم۔ وہ جو ہمیں مجالست مواکلت ترک
کرنے یا ابتداء بالسلام و بالکلام یا جنازہ نہ پڑھنے سے تنگ
دل ٹھہراتے ہیں وہ اسپر غور فرمائیں *

دوسرا سوال۔ تین دن میت پر سوگ کے بعد ٹکڑے
بانٹنے کی کوئی روایت ہے۔ جب تک اصل حدیث پیش نہ کرو
جواب کیا دیں *

ضرورت مصلح

پیغام میں ضرورت مصلح پر ایک ٹریکٹ نکلا ہے
جسمیں جناب مولوی محمد علی صاحب نے اس عاجز کو
خصوصیت سے یاد فرمایا ہے اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ ایک زمانہ تھا
جبکہ آپ اور ہم سب حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسول مانتے تھے اور
انکا ماننا ایسا ضروری جانتے تھے کہ اسکے بغیر نہ قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے
اور نجات مل سکتی ہے۔ اور غیروں کے تعلقات محبت سے ہم ایسے بیزار تھے
کہ کسی حالت میں انہیں خیر و شکر ہونا جائز خیال نہ کرتے تھے اور ایک خلیفہ
کی اطاعت میں اپنی سعادت یقین کرتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ
قوم کے بعض افراد نے کسی وجہ سے حضرت مسیح موعود کو عام علماء
امت کی طرح بیان کرنا شروع کیا جس کا ماننا یا نہ ماننا کسی کے اسلام
میں کچھ فرق نہیں لاتا۔ بلحاظ مسلمان ہونے کے احمدی اور غیر احمدی
سب برابر۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی کھائی جو مسیح موعود
کے متعلق خصوصیت سے پیشگوئیاں کیں۔ اور اُمت کے ہر فرد واحد
کو یہ تاکید کی کہ میرا اسلام اس کو پہنچاؤ۔ اور ظاہر ہے کہ سلام وہی پہنچائیگا جو اس کو قبول کریگا۔ پھر اُمت کے علماء کو نبیوں کی مانند کہا مگر صرف مسیح موعود کو نبی اللہ کہا نبی کی مانند نہ کہا اور ہمارے ان دوستوں نے غیر احمدیوں کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھائے اور ایسے بڑھائے کہ انکی خاطر
اپنے احمدی بھائیوں کو چھوڑا نہ صرف چھوڑا بلکہ انکو کافر قرار دیا اور امر خلافت کو ناجائز قرار دیا۔ اور اس کی بغاوت کرنے میں ثواب سمجھا کہ ان سب باتوں کے بعد ایک مصلح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

محمد صادق عفی اللہ عنہ

خطبہ جمعہ

(جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی نے ۹ راپریل ۱۹۱۵ء کو دیا)

(نوشتہ غلام نبی بلانوی)

حضور نے سورہ فاتحہ پڑھکر فرمایا۔

خدا تعالیٰ کے ہم پر بہت ہی فضل اور احسان ہیں۔ انسان اگر خدا تعالےٰ کے فضلوں۔ نعمتوں اور احسانوں کو گننا اور یاد کرنا شروع کرے تو اسکے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت کی بڑی لہر جوش مارتی ہے۔ جس قدر دنیا میں قربانیاں اور فدائیت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اسکی بنا تمام کی تمام محبت پر ہی ہے۔ ایک چیز سے جب انسان کو محبت ہو جاتی ہے تو وہ اس کے لئے اپنی جان دینا اپنا مال اور اپنی عزت کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اپنے عزیزوں اپنے دوستوں اور اپنے وطن کی پروا نہیں کرتا۔ اور جس جس قدر انسان کو کسی چیز سے محبت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اسی اسی قدر وہ اس محبت والی چیز کیلئے دوسری چیزوں کو قربان کرتا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے جس قدر احسان اپنے بندوں پر ہیں۔ انکو سوچ کر اگر انسان اپنے دل کی اصلاح کرنا چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ہر ایک انسان اگر خدا تعالےٰ کے فضلوں کو دیکھے۔ تو اسکو اپنے اوپر اس قدر فضل اور احسان نظر آئیں۔ کہ باقی سب لوگوں سے وہ انہیں بڑھکر پائے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کا عجیب معاملہ ہوتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جن لوگوں کا تعلق تھا۔ ان میں سے ہر ایک یہی خیال کرتا تھا۔ کہ سب سے زیادہ آپکا مجھ سے ہی تعلق ہے۔ خدا سے تعلق رکھنے والے بندوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ وہ محبت وہ پیار کرتے ہیں۔ اور احسان اور انعام اپنے اوپر دیکھکر گمان ہی نہیں کر سکتے۔ کہ ہم سے زیادہ کسی اور پر بھی خدا کے فضل ہیں۔ بلکہ ہر ایک یہی خیال کرتا ہے۔ کہ مجھ پر ہی سب سے زیادہ خدا کے انعام و اکرام ہیں۔ غرضکہ اگر انسان خدا تعالےٰ کے احسانوں اور انعاموں کا مطالعہ کرے تو اسکے دل میں محبت کی ایک ایسی لہر جوش مارتی ہے جو اسے بہت بڑی بڑی قربانیوں کے لئے آمادہ کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کی ابتدا کو اللہ تعالےٰ نے یوں شروع کیا ہے۔ اور سورہ فاتحہ جو قرآن شریف کا لب لباب ہے۔ اسکی ابتدا اس طرح فرمائی ہے کہ الحمد للہ رب العٰلمین۔ تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ جو اول تو اللہ ہے۔ اللہ کے معنے خود قرآن شریف نے بتائے ہیں۔ لہ الاسماء الحسنیٰ۔ کہ اسمیں کسی قسم کی بدی اور نقص نہیں ہے۔ وہ تمام خوبیوں کا جامع اور تمام تعریفوں سے متصف ہے۔ اسلئے الحمد للہ یعنی اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں۔ اور جب ساری نقصوں اور عیبوں سے وہی ایک ہستی ہے جو پاک ہے اور جب تمام صفات کا جامع اور تمام محامد کے لائق صرف اللہ ہی ہے تو پھر اور کس کی حمد ہو سکتی ہے۔ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی اس قابل ہی نہیں ہے کہ اسکی حمد کیجائے صرف اللہ ہی ہے جس کے لئے سب تعریفیں ہیں پھر فرمایا یہی نہیں کہ وہ اللہ ہے بلکہ ربّ بھی ہے ایک خوبصورتی تو ایسی ہوتی ہے کہ اس کا اس چیز کی ذات تک ہی تعلق ہوتا ہے لیکن ایک وہ بھی خوبصورتی اور خوبی ہوتی ہے جسکا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں باغوں میں جاکر دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ ایک ایسے پھول ہوتے ہیں۔ جو بڑے خوبصورت ہوتے ہیں مگر خواہ ناک کی کتنی ہی قوت تیز کیوں نہ ہو۔ انکی خوشبو سونگھنے سے نہیں آتی۔ لیکن ایسے بھی پھول ہوتے ہیں جو دیکھنے میں بھی خوبصورت ہوتے ہیں اور انکی خوشبو بھی بہت عمدہ اور لطیف ہوتی ہے پس جس پھول کی صرف شکل اور بناوٹ اچھی ہے اور بو نہیں وہ بھی اچھا ہے۔ مگر جس میں بو بھی ہے اور شکل بھی اچھی ہے وہ اور بھی اچھا اور بہت ہی اچھا ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا الحمد للہ رب العٰلمین۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جو سب بدیوں سب کمزوریوں۔ سب نقصوں اور سب عیبوں سے پاک ہے۔ اور تمام خوبیوں۔ تمام نیکیوں۔ اور تمام حسنوں کا جامع ہے۔ پھر رب ہے یعنے یہی نہیں کہ اپنی ذات میں ہی اسکی ایسی خوبیاں ہیں بلکہ مخلوقات پر بھی اسکے بڑے بڑے فضل اور انعام ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی مخلوق سے اسکا اتنا تعلق ہے کہ اسکی عنایت اور نوازش کے بغیر کوئی چیز زندہ ہی نہیں رہ سکتی کیونکہ وہ رب ہے یعنے ایسی ہستی ہو کہ پیدا کرتی ہے۔ اور پھر اسکی تمام ضروریات کو پورا کرتے کرتے درجۂ کمال کو پہنچا دیتی ہے۔ پھر صرف رب ہی نہیں۔ بلکہ رب العٰلمین ہے اسکی ذات کی دستگیری کے سوا کوئی بھی چیز زندہ اور قائم نہیں رہ سکتی۔ اور ساری کی ساری چیزیں اسکی ربوبیت کے اندر ہیں۔ کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ اسکا وجود اپنے آپ سے قائم ہو۔ سب چیزیں اللہ کی مدد اور نصرت اور ربوبیت سے قائم ہیں کیونکہ وہی خالق وہی رازق وہی قائم رکھنے والا اور وہی بڑھانے والا ہے۔ اور یہ تعلق ایک دو تین چار انسانوں سے ہی نہیں ہے۔ بلکہ سب سے ہے۔ پھر مومنوں سے ہی نہیں۔ بلکہ کافروں سے بھی ہے۔ غرضکہ کوئی پہلو حسن یا احسان کا ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ کی ذات میں نہ پایا جاتا ہو۔ خوبصورتی ہے تو ایسا کہ کوئی عیب اور کوئی نقص اس میں نہیں ہے اور پھر ساری خوبیاں جمع ہیں۔ اور محسن ہے تو ایسا کہ پیدا بھی کرتا ہے پھر بڑھاتا اور بہت بڑھاتا ہے۔ اور یہ ایک دو سے نہیں۔ بلکہ سب سے خواہ کوئی مومن ہو یا کافر اپنی ربوبیت کا تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ بات ہوئی تو پھر اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت اور کون ہو سکتا ہے۔

خدا تعالےٰ کبھی کسی انسان سے قطع تعلق نہیں کرتا بلکہ انسان خود ہی اپنی ذات میں بغاوت کرکے اس کی ربوبیت کو اپنے اوپر بند کر دے تو کر دے۔ خدا تعالیٰ کبھی انسان سے اپنی ربوبیت کو نہیں ہٹاتا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا سورج نکلتا ہے اور سب کو روشنی پہنچاتا ہے۔ اگر کوئی کمبخت خود دروازہ بند کرکے اندر اندھیرے میں بیٹھ رہے یا نادانی سے اپنی آنکھوں کو ضائع کرکے سورج کی روشنی سے محروم ہو جائے۔ تو یہ اور بات ہے۔ خدا تعالیٰ کی جو چیز ہے وہ سب کو ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات جو بلا عمل ملتے ہیں۔ اور سب کیلئے یکساں ہیں۔ لیکن انسان اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ان سے محروم ہو جاتا ہے سب سے بڑا انعام جو دنیا کو خدا تعالےٰ سے ملا وہ قرآن کریم ہے۔ اور ساری دنیا کے لئے ہے اگر کوئی انسان آپ ہلاک اور تباہ ہو

چاہیے اور اس سے آنکھیں بند کرلے تو وہ اور بات ہے ورنہ قرآن سب جہان کے لئے ہے۔ اس میں مصر۔ عرب۔ افریقہ امریکہ یورپ وغیرہ کسی جگہ کی خصوصیت نہیں ہے جہاں جہاں قرآن پہنچے سب کے لئے ہدایت ہے اور جو اسکو قبول کرے اسی کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور جو قبول نہ کرے اور ہلاک ہو جائے یہ اسکی اپنی غلطی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات میں کمی نہیں کی۔ اگر بندہ اپنی غلطیوں اور نادانیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے انعامات کے دروازے بند کرلے تو یہ اسکا قصور ہے نہ کہ خدا تعالیٰ اسکے انعامات کو بند کر دیتا ہے۔

اسوقت ہمارے پاس جو نعمت ہے وہ قرآن کریم ہی ہے اسمیں جتنا زیادہ کوئی غور اور تدبر کرے اتنا ہی زیادہ معارف اور حقائق کی کھڑکیاں کھلتی جاتی ہیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ مومن اور کافر کے لئے قبروں میں جنت اور دوزخ کی کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ مومنوں کے لئے اس میں سے جنت کی ہوا آتی رہتی ہے۔ اور کافروں کو دوزخ کی لو اس میں سے پہنچتی پھر اگر حدیثوں پر غور کیا جائے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی دنیا میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں قبر میں جو کھڑکی کھلیگی وہ تو کھلیگی ہی۔ مگر اس دنیا میں بھی یہ کھڑکی کھلجاتی ہے اور وہ اس طرح کہ خدا تعالیٰ کی باتوں اور احکام کو ماننے والوں کے لئے دنیا میں ہی جنت کی کھڑکی کھول دیجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی باتوں اور حکموں کے رد کرنے والوں کے لئے اسی دنیا میں ہی دوزخ کی کھڑکی کھولدی جاتی ہے قرآن شریف کو میں سمجھتا ہوں کہ جنت کی کھڑکی ہے جتنا اسپر غور کیا جائے اتنا ہی یہ کھڑکی کھلتی جاتی ہے اور اسقدر فراخ ہو جاتی ہے کہ اسی دنیا میں اس کھڑکی کے ذریعے خدا تعالیٰ کو ملائکہ کو جنت کو دوزخ کو عذاب قبر کو انسان دیکھ لیتا ہے اور یہ ایک ایسا آئینہ ہے کہ جب انسان اسپر غور اور تعمق کی نظر ڈالتا ہے تو آئندہ کی وہ باتیں جو ہونی ہوتی ہیں وہ روشن ہو جاتی ہیں۔ اور انسان اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک ایسا راستہ بنجاتا ہے جس پر وہ چل کر خدا تک پہنچ جاتا ہے گویا قرآن کریم ایک ذریعہ اور واسطہ ہے جو خدا اور اسکے بندوں کے درمیان ہے۔ جسکے ذریعہ انسان خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔

پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ قرآن شریف پر بہت غور کرکے اس سے فائدہ اور نفع حاصل کریں اور خوب یاد رکھیں کہ کوئی علم ایسا نہیں جو انسان کی روحانیت کو بڑھانے والا ہو اور وہ قرآن میں نہ ہو کوئی بات ایسی نہیں جس سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہو اور اسکا ذکر قرآن شریف نے نہ کیا ہو جب انسان کی تمام ضروریات اسکے اندر ہیں تو اس مخزن اور خزانہ کو کھو دینا بڑی نادانی اور کم عقلی کی بات ہے۔ لوگ بڑی بڑی کوششیں اسبات کے لئے کیا کرتے ہیں کہ ایک کتاب میں ہر قسم کی باتوں کو جمع کردیں اور کوئی بات ایسی نہ ہو جو باہر رہ جائے اس مقصد کیلئے انسیکلوپیڈیا بناتے ہیں مگر پھر بھی بہت سی باتیں باہر رہ ہی جاتی ہیں اور نئے نئے علوم اور باتیں نکلکر انکے مجموعہ کو ناکمل کردیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ پندرہ بیس سال کے عرصہ کے بعد انسیکلوپیڈیا کے بدلانے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے اور نئی چھاپنی پڑتی ہے پھر میں نے دیکھا ہے ڈاکٹر ایسے بکس دوائیوں کے تیار کرتے ہیں جو سفر میں ہر قسم کی بیماریوں میں کام آسکیں مگر اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا علاج کہاں ہو سکتا ہے اور اسکے انعاموں کا شمار کس طرح کیا جا سکتا ہے اسلئے کوئی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تو اب تک نہ کوئی ایسا بکس تیار ہوا ہے جو تمام انسانی بیماریوں کے لئے کافی ہو سکے اور نہ کوئی ایسی انسیکلوپیڈیا تیار ہوئی ہے جس میں تمام باتیں درج کیجا سکی ہوں اور جس کے بدلنے کی ضرورت پیش نہ آئی ہو مگر قرآن شریف کا یہ کیسا زندہ معجزہ ہے کہ روحانیت کے لئے کوئی ایسی بات نہیں جو اسنے بیان نہ کی ہو اور اس سے باہر رہ گئی ہو کوئی دنیا کی ترقی اسکی باتوں میں رخنہ نہیں ڈال سکتی انسیکلوپیڈیا کو بڑے بڑے مدبر عقلمند اور عالم ملکر بناتے ہیں مگر چند سالوں کے بعد کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو غلط نکل آتی ہیں اور کئی ایسی ہوتی ہیں جو اسمیں لکھی نہیں جاتیں اور کئی ایسی ہوتی ہیں جنکا انہیں علم ہی نہیں ہوتا اور بعد میں معلوم ہوتی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے دین کیلئے جو انسیکلوپیڈیا ہے اور جو مخزن ہے اسمیں کوئی چیز تغیر نہیں ڈال سکتی اور نہ کوئی بات اس سے باہر ہے زمانہ کا بدلنا قوموں کی رسومات اور عادات کا تبدیل ہونا ملکوں اور علاقوں کا مختلف ہونا غرضیکہ کسی وجہ سے بھی اسمیں نقص نہیں آسکتا بلکہ ہر وقت کامل اور مکمل ہے پس ایسی کتاب کے ہوتے ہوئے کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے پس بہت ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے قرآن شریف کے علوم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے قرآن شریف انسان کی تمام بیماریوں تمام نقصوں تمام کمزوریوں کا علاج بتلاتا ہے اسلئے ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ اس سے فائدہ اٹھائے۔

میں نے سنا ہے کہ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے آکر دنیا میں کیا کیا۔ مسلمان اب بھی ذلیل اور کمزور ہی ہوتے جا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بڑی جہالت اور نادانی کی بات ہے۔ دیکھو کونین تپ کے لئے مفید ہے لیکن اگر کوئی تپ کا بیمار کونین کی پڑیا باندھ کر رکھدے اور کہے کہ اس سے مجھے فائدہ نہیں ہوتا تو اسکا یہ کہنا کہاں درست اور عقل کے مطابق ہو سکتا ہے اسکو کسطرح کونین سے فائدہ ہو جبکہ وہ اسے کھاتا ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کیا مسلمانوں نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کر لیا ہے اور انکی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں تو انہیں ذلت نصیب ہو رہی ہے یا انہوں نے قبول ہی نہیں کیا جب انہوں نے قبول ہی نہیں کیا تو پھر انہیں کسطرح فائدہ ہو سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کا بیفائدہ ہونا تو تب ثابت ہو جبکہ مسلمان انہیں قبول کرلیں اور پھر ذلیل ہوں لیکن جب انہوں نے قبول ہی نہیں کیا بلکہ رد کر دیا ہے تو پھر انکو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے قرآن شریف کا بھی یہی حال ہے اور ہر ایک خوبی کا یہی حال ہوتا ہے جو کوئی اسے قبول کرتا ہے اسے فائدہ پہنچتا ہے اور جو رد کرتا ہے اسکو نہیں پہنچتا۔ یہی قرآن ان مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جو ذلیل اور خوار ہو رہے ہیں اور اسلئے کہ یہ ان کے پاس نسخہ ہے لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرتے جب وہ اسے استعمال ہی نہیں کرتے تو پھر قرآن شریف کا کیا قصور ہے یہ بہت نادان ہے وہ انسان جو یہ خیال کرے کہ خدا تعالیٰ نے ہماری بیماریوں اور کمزوریوں کا کوئی علاج نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے علاج مقرر کیا ہوا ہے یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ پس فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا انسان کا کام ہے سامان خدا تعالیٰ نے مہیا کر دیئے ہوئے ہیں۔ جسمانی سامان دیکھو تو سب کافروں اور مومنوں کے لئے مہیا کئے ہوئے ہیں روحانی دیکھو تو وہ بھی کسی خاص قوم یا خاص ملک تک محدود نہیں اب اگر کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اسکا اپنا قصور ہے

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس خزانہ سے یعنے قرآن شریف سے جسقدر بھی فائدہ اٹھا سکے اٹھائے خدا تعالیٰ کا ہم پر بڑا فضل اور احسان ہے کہ اسنے ہمیں زندہ قرآن دیا ہے اور قرآن کی وہ آیتیں جو لوگ بے مطلب اور بے معنی معلوم ہوتی تھیں انکو زندہ کرکے دکھا دیا اور بتا دیا ہے۔ کہ قرآن کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو بیکار ہو بلکہ ہمیشہ زندہ اور کارآمد ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو ہمارے لئے زندہ کتاب ثابت کر دیا ہے اسلئے ہمارے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں خدا تعالیٰ ہمیں قرآن شریف کے سمجھنے اور اسپر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور راستی و صدق کا پتہ بتائے تاکہ ہم اسکو مضبوط پکڑے رہیں۔

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

تعلیمی ذریعوں سے ترقی نہیں کر سکتی۔ تو اس کے لئے خدا تعالےٰ نے یہ گر بتا دیا ہے کہ جب اُس کی طرف سے ہدایت آئے تو اس کو مان لیا جائے +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمنوں سے بچنے اور ترقی کرنے کا طریق ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہم مامور بھیجینگے تم اگر ان کو مان لوگے تو آپ ہی آپ دشمنوں سے بچ جاؤگے اور ترقی کے معراج پر پہنچ جاؤگے اور نبیوں کا ماننا ہی تمہارے لئے اکسیر ہو جائے گا +

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

دوزخ والے ہیں اسی میں وہ رہ پڑنے والے ہیں

پس جو تمہارے دشمن ہونگے خواہ وہ کتنے ہی طاقتور ہونگے ہم ان کو تباہ کر دینگے۔ وہ لوگ جو ہمارے مامور کا انکار کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائینگے۔ وہ دوزخی ہونگے ان کی ترقی روک دی جائے گی اور انہیں تنزل شروع ہو جائیگا پھر ان کو تنزل ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ دُکھوں میں پڑ جائینگے اور جب تک انکار کی حالت میں رہینگے دُکھوں ہی کی حالت میں رہیں گے +

سورۂ بقرہ۔ رکوع پنجم

مورخہ ۳۔ اگست ۱۹۱۴ء

پہلی مثال تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ کلام الٰہی جو نازل ہوا ہے۔ تو یہ کوئی آج کی بات نہیں۔ ابتدا سے ہی یہ سنت چلی آئی ہے۔ کہ اپنے بعض بندوں سے کلام کرتا رہا ہے۔ اور اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مامور بھیجتا رہا ہے اور خدا کے کلام کے بغیر لوگوں کو ہدایت ہونی ناممکن ہے۔ یہ نبی نے اپنی تائید کے لئے خود دلائل نہیں بنائے۔ بلکہ ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ آدم بھی آیا تھا لیکن بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں۔ جو کہ ابتدا میں ہو کر پھر بند ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ایک مثال آدم علیہ السلام کی ابتدا کی بیان فرمائی۔ کہ جب دُنیا پیدا کی گئی تھی۔ اس وقت ایک مامور بھیجا تھا۔ پھر بتایا۔ کہ تمہارے قریب قریب زمانہ میں ہی ایک بڑا مامور بھیجا۔ اور پھر ایک ہی نہیں۔ بلکہ کئی ایک بھیجے مثال کے لئے اس قوم کا ذکر فرما دیا۔ جس میں بہت سے انبیاء آئے۔ اور ان ابتدا اور آخر کی دو مثالوں سے یہ ثابت کیا۔ کہ خدا کا کلام ہمیشہ آتا رہتا ہے +

بیشک عقلی دلیل ایک بات کے ثبوت کے لئے کافی ہوتی ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ مشاہدہ بھی بتایا جائے۔ تو بہت مضبوط ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے عقلی دلائل سے ثابت فرمایا کہ کلام الٰہی کے بغیر دُنیا کو ہدایت نہیں ہو سکتی۔ پھر نقلی دلائل کو فرمایا۔ کہ دیکھو پہلے ہم نے آدم کو بھیجا۔ پھر بنی اسرائیل میں نبی بھیجے گئے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مشابہت تھی۔ اور دوسرا بنی اسرائیل کے واقعات ابھی تازہ تازہ تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے تفصیل سے تمام واقعات بیان فرما دیئے +

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری وہ نعمت جو میں نے

عَلَيْكُمْ

تم پر کی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ لوگ تو انکار کرتے ہی رہتے ہیں لیکن اے بنی اسرائیل تم کیوں انکار کرتے ہو۔ تم تو میری نعمت کو یاد کرو۔ کیا تمہارا یہ فرض نہیں۔ کہ اس بات کی گواہی دو۔ کہ نبی ہمیشہ آیا کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس موسیٰ۔ ہارون۔ عیسیٰ وغیرہ نبی آئے۔ یہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر حجت قائم کی۔ اس کے بعد جب تمام دنیا کے انبیاء کا ذکر کیا جائے گا۔ کہ ہر ایک گروہ میں انبیاء آئے۔ تو اس وقت تمام دُنیا پر حجت ہو گی +

فرمایا اے بنی اسرائیل یاد کرو۔ کس چیز کو؟ میری نعمت کو۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہی بیان فرمائی ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں انبیاء کا آنا۔ اور انکو بادشاہت کا ملنا۔ ان کے لئے نعمت تھی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو نعمت پہلے تم پر نازل کی تھی اس کو یاد کرو +

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ

اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا

فَارْهَبُوْنِ

اور مجھ ہی سے ڈرو

اگر تم میرے عہد کو پورا کرو گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو میں بھی اپنے عہد کو پورا کرونگا۔ اور تم کو چاہیئے۔ کہ مجھ سے ڈرو +

بنی اسرائیل سے خدا تعالیٰ کا جو عہد تھا۔ وہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالےٰ نے امتحان لیا۔ آپ پاس ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے امام بناتے ہیں۔ آپ نے دُعا کی۔ کہ کیا میری اولاد سے بھی امام ہونگے تو جواب ملا۔ کہ ہاں ہونگے لیکن جو ظالم ہونگے۔ انکے متعلق ہمارا یہ وعدہ نہیں ہے۔ تو بنی اسرائیل کو فرمایا۔ کہ تمہارے ساتھ ابراہیم کی معرفت عہد ہوا تھا۔ کہ تم میں سے وہ لوگ جو اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار ہونگے۔ ان کو ہم نبی بنائینگے۔ اور تمہارے ساتھ یہ بھی عہد تھا۔ کہ تم نے ظلم نہیں کرنا۔ اس کے بدلے میں تمہیں امام بنایا جائے گا تو کیا تم اس عہد کو پورا کر رہے ہو +

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا

اور ایمان لاؤ اس چیز پر جسے میں نے اُتارا ہے مصدق بنا کر اس چیز کا جو تمہارے پاس ہے اور۔

اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ

اس کے اوّل کافر نہ بنّا

بہت باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان سُنتے ہی نفرت کرنی شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک ہندو جسکے کان میں بچپن ہی سے کبھی یہ نہیں پڑا کہ اور قوموں میں بھی اوتار اور رشی اور کرشن آ سکتے ہیں اس کو جب یہ سُنایا جائے گا کہ ہر ایک قوم میں آتے ہیں تو اسکی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اس وقت ماننے سے انکار کرے اور پیچھے خواہ وہ مان ہی لے۔ اسی طرح اگر مصریوں یا عربوں کو کہا جائے کہ ایک خدا کا برگزیدہ اور مامور ہندوستان میں آیا ہے تو وہ نفرت اور حقارت سے کہتے ہیں کہ کیا کبھی ہندی بھی اس قابل ہو سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی مامور ہو۔ تو جتنا کسی بات سے کسی کو بُعد ہوتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ اس کے انکار میں وہ بعد اختیار کرتا ہے۔ اور جتنا وہ قریب ہوتا ہے۔ اُتنا ہی اُس کے انکار میں کمی کرتا ہے مثلاً ایک مشرک جو انبیاء اور کلام الٰہی کو مانتا ہی نہیں۔ وہ اگر کسی نبی کا انکار کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ لیکن ایک یہودی کا جو کہ انبیاء اور کلام الٰہی کو مانتا ہے۔ ایک نبی کے ماننے سے انکار کرنا بہت ہی حیرت انگیز امر ہے +

اس زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سُنکر جسقدر مسلمان ناراض اور پُر غضب ہوئے ہیں۔ اسقدر غیر مذاہب والے نہیں ہوئے۔ حالانکہ ناراضگی کا حق ان کا تھا۔ کیونکہ ایک نبی اور مامور کا آنا ان کے لئے عجیب بات تھی۔ نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔ کیونکہ انہوں نے تو سب سے بعد ایک نبی کو مانا تھا +

اللہ تعالےٰ یہود اور نصاریٰ کو فرماتا ہے کہ تم کیوں پہلے مُنکر بنتے ہو۔ جبکہ تم نے خدا تعالیٰ کی کتابوں کا مزہ چکھا ہوا ہے۔ تم الہام الٰہی کو جانتے ہو۔ اور انبیاء کو مانتے ہو۔ اور قومیں جو ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ وہ اگر انکار کریں تو اتنے تعجب کی بات نہیں +

یہودی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو دیکھ دیکھ کر بہت جلتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر سخت لعنت نازل فرمائی +

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَّاِيَّاىَ

اور نہ خریدو میری آیتوں کے ساتھ مول تھوڑا اور مجھ

فَاتَّقُوْنِ ۝

ہی سے ڈرو

اے یہود تمہارے پاس تو نبی کے ماننے کے لئے اور بھی بہت سے ثبوت تھے تمہاری کتابوں میں پیشگوئیاں تھیں لیکن تم نے دُنیا کی خاطر ان پیشگوئیوں کو بھی بھُلا دیا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ جس کتاب میں یہ آیت ہے۔ اس کے ماننے والوں نے ہی اس کو بھُلا دیا ہے۔ اکثر مولوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو سچا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ بات ٹھیک ہے لیکن ہم اس وجہ سے نہیں مانتے۔ کہ روٹیاں بند ہو جاتی ہیں۔ دوسرا انھیں یہ بھی مشکل ہے۔ کہ اگر وہ کسی مامور کو مان لیں۔ تو پھر انھیں اُسکے حکم کے ماتحت چلنا پڑتا ہے۔ اب جب تک وہ کسی مامور کو نہیں مانتے تب تک تو آزاد ہیں جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر مامور کی بیعت کر لیں۔ تو وہ سب کے برابر ہو جاتے ہیں۔ یہی اب مشکل منکرین خلافت کو پیش آئی ہے۔ کہ ہم خلافت کو کس طرح مان لیں جبکہ ہمیں کسی کے ماتحت ہونا پڑتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ انجمن ہو جسکے ہم لائف ممبر ہوں۔ اور جو کچھ اپنی مرضی ہو۔ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جو پہلا جلسہ ہوا۔ اس پر ان لوگوں نے اپنے لیکچروں میں ہیر پھیر کر کے یہی کہا۔ کہ ہم چودہ لائف ممبر مسیح موعود کے جانشین ہیں۔ آخر یہی ابتلا ان کو لے گیا۔ یہودیوں کو بھی اسی بات نے روکا۔ کہ اگر ہم نبی کو مان لینگے تو پھر ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ ذرا کوئی بات ہوئی تو لوگ کہینگے کہ چلو نبی کے پاس چلکر فیصلہ کروائیں۔ اسلئے وہ پیشگوئیوں کو دُنیا کے لئے چھپاتے تھے۔ تو یہ یہود کا تشتروا بایٰتی تھا۔ لیکن آجکل تو مسلمان یہودیوں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ اور جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے یہودیوں کو نیکی اور تقوے میں پیچھے چھوڑا تھا۔ اس طرح اس وقت کے مسلمانوں نے شرارتوں اور گندوں میں یہودیوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ آیت جو خدا کی آیتوں کے بیچنے کی ممانعت کے لئے اُتری تھی اسی کے ذریعے انھوں نے بیچنا شروع کر دیا ہے۔ مسلمان دوکاندار جو قرآن شریف فروخت کرتے ہیں یہی آیت سُنا کر کہ دیکھو خدا نے حکم دیا ہے کہ تھوڑی قیمت پر نہ بیچو۔ جاہل لوگوں سے آنوں کی بجائے روپے وصول کر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تھوڑی قیمت پر فروخت کرنے سے خدا کی کتاب کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایسا نہ کرو۔ اور مجھ سے ڈرو +

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ

اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ اور تم

تَعْلَمُوْنَ ۝

جانتے ہو

اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ - اور نہ حق کو چھپاؤ - حالانکہ تم جانتے ہو +

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ

الرّٰكِعِيْنَ ۝

رکوع کرو

اور نمازوں کو قائم کرو زکوٰۃ دو - اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو +

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پس کیا عقل نہیں کرتے

کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو - اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو - حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر تم کیوں نہیں جانتے - کتاب پڑھنے والوں کو تو انکی نسبت جو پڑھ نہیں سکتے زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے +

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

اور مدد چاہو صبر اور نمازوں کے ذریعہ

ہاں اگر لوگ یہ کہیں کہ دنیاوی مشکلات کی وجہ سے ہم حق کو قبول نہیں کر سکتے تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تم حق کو قبول کر لو - اور صبر اور دعا سے خدا تعالیٰ کی مدد طلب کرو - وہ تمہاری آسانیوں کے لئے خود کوئی رستہ نکال دے گا +

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

اور یہ بڑی بات ہے - مگر ڈرنے والوں پر وہ لوگ جو یقین کرتے ہیں

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اس کی طرف واپس جانے والے ہیں

اور ہاں یہ بات مشکل ہے مگر ڈرنے والوں پر - اور جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں - اور اسی کے پاس انھوں نے لوٹ کر جانا ہے - اور ان کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں - کیونکہ صبر اور دعا سے کام لینا تو ان کا کام ہی ہے +

صبر کرنا اس آدمی . . . .

کے لئے مشکل ہوتا ہے جسکو اپنے کام میں نا امیدی ہوتی ہے - اور جسکو کسی نتیجہ پر پہنچنے کا یقین نہیں ہوتا - لیکن جسکو یقین ہوتا ہے وہ کبھی نہیں گھبراتا - ایک آدمی کو اگر ایک گھنٹہ کے لئے ایسے کام پر لگا دیا جائے - جسکی کامیابی کا اسے یقین نہ ہو - تو وہ گھبرا جائے گا - مگر ایک لڑکا جسکو ایک نتیجہ پر پہنچنے کا یقین ہوتا ہے پندرہ سال تک برابر محنت کرتا رہتا ہے - اور بڑی بڑی تکلیفیں بھی اُٹھاتا ہے - اور گھبراتا نہیں - اس لئے فرمایا - کہ صبر کرو اور دُعاؤں میں لگے رہو - اگرچہ تم کو یہ کام بڑا نظر آئے لیکن اگر تم کو اپنے رب سے ملنے کا یقین ہو - تو پھر کوئی بڑی بات نہیں - تمہارے صبر کرنے سے تمام باتیں آسان ہو جائینگی +

سورۂ بقرہ - رکوع ششم

۴ - اگست ۱۹۱۵ء

جب ایک اہم بالشان کام انسان کے درپیش ہوتا ہے - تو وہ دوسرے چھوٹے چھوٹے کاموں کو پہلے اور جلدی ختم کر لیتا ہے - تاکہ اس کے کرنے کے لئے فارغ ہو سکے - حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے - ایک اسمٰعیل اور دوسرا اسحٰق - ان بیٹوں کے لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی برکت کا وعدہ تھا - اور انکی ترقی اور دنیا میں بڑے بڑے درجہ پانے کے متعلق پیشگوئیاں تھیں - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دیگئی تھی کہ ان کے ساتھ خاص سلوک کیا جائیگا - مگر حضرت اسمٰعیل کے اعمال کی وجہ سے پھر چونکہ ان کے ساتھ اور انکی والدہ کے ساتھ خاص سختی روا رکھی گئی تھی - اس لئے خدا تعالیٰ نے خاص کر ان سے بہت وعدے کئے - اب یہ صاف بات ہے کہ دو شخصوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدے کئے - انہیں سے - ایک کا تو ایسا وعدہ تھا - کہ جسنے ہمیشہ ہمیش رہنا تھا - اور دوسرے کا وعدہ تھوڑی مدت کے لئے تھا - اس لئے یہی چاہیئے تھا - کہ پہلے تھوڑی مدت والے کا وعدہ پورا کیا جاتا - کیونکہ اگر دوسرے کا پہلے وعدہ پورا کیا جاتا - تو پھر پہلے کی باری ہی نہیں آ سکتی تھی - اس کا وعدہ تو قیامت تک تھا - نہ وہ ختم ہوتا اور نہ دوسرے کی باری آتی - پس یہی وجہ ہے - کہ حضرت اسمٰعیل (جن کا وعدہ ہمیشہ کے لئے تھا) کا وعدہ بعد ہیں - اور حضرت اسحٰق کا پہلے پورا کیا گیا - بہت لوگ اس حکمت سے غافل ہیں - اور کہتے ہیں - کہ کیوں حضرت اسمٰعیل کو پہلے نہ چنا - چنانچہ اسی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں نے ٹھوکر کھائی ہے انھوں نے خیال کر لیا - کہ خدا کا صرف ہمارے ساتھ ہی سلوک ہمیشہ کے لئے رہے گا - اور اسمٰعیل کی اولاد کو چھوڑ دیا گیا ہے - اور جسقدر وعدے تھے - وہ سب ہمارے ساتھ ہی پورے کئے جائینگے - حالانکہ حضرت اسمٰعیل سے قیامت تک کے خدا تعالیٰ کے وعدے تھے - اور انکے لئے تھوڑی مدت کے - اسی حکمت کی وجہ سے ان کو یعنی حضرت اسحٰق کی اولاد کو پہلے چنا گیا تھا - اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو بعد ہیں +

اب اس جگہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سوال پیدا ہوا - تو یہ سوال ہو سکتا تھا - کہ بنی اسرائیل میں جو نبوت تھی - تو پھر کیا ضرورت تھی - کہ اسحٰق کی اولاد میں چلی جائے چونکہ بنی اسرائیل یہ کہتے تھے - کہ نبوت صرف ہم میں ہی ہے - اس لئے ایک آدمی کہہ سکتا تھا کہ قرآن جو کچھ کہتا ہے - اس کو مانا - لیکن بنی اسرائیل کے اس دعوی کا کیا جواب ہو سکتا ہے - اس کا جواب اس سے پہلے رکوع میں مختصرًا اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے - کہ ابراہیم سے ہمارا یہ وعدہ تھا - جب اس نے کہا - کہ میری اولاد سے بھی امام ہونگے - تو ہم نے کہا - کہ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ - ظالموں کو ہمارا عہد نہیں پہنچے گا - اگر بنی اسرائیل اس عہد کو پورا کرتے - تو ہم بھی نبی ان میں سے بھیجتے - لیکن وہ ظالم اور گنہگار

ہو گئے۔ اس لئے ان میں نبی بھیجنے ہم نے بند کر دیئے +

اللہ تعالےٰ نے اس رکوع میں متواتر اور مسلسل اس مسئلہ کو چھیڑا ہے۔ کہ کس طرح ہم نے بنی اسرائیل پر فضل کئے۔ کس طرح اپنے وعدے کو پورا کرتے رہے۔ کس طرح ان میں نبی بھیجے۔ اور اس کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کیا کچھ کرتے رہے۔ اور پھر ان کا نتیجہ کیا ہوا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب فرما کر یہ تین باتیں بیان فرمائی ہیں (۱) تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا اس کو ہم نے پورا کر دیا۔ (۲) اب تم اس وعدہ کے حقدار نہیں رہے کیونکہ تم نے وعدہ کی شرط کہ ظالم نہ ہونا کو پورا نہیں کیا۔ (۳) جب ہم نے تم سے وعدہ پورا کیا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اسحق کی اولاد سے پیدا نہ کریں +

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت جو میں نے تم پر کی

وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○

اور یہ کہ میں نے تم کو تمام عالمین پر فضیلت دی

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت کو جو کہ میں نے تم پر نازل کی تھی۔ یہ خدا تعالیٰ نے ان پر حجت قائم کی ہے کہ تم پر میرا انعام ہو چکا ہے یا نہیں۔ اور جب ہو چکا ہے۔ اور میں نے تم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اور جس وقت تم نے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور ظالم ہو گئے اسوقت میں نے بھی انعام بند کر دیئے۔ پھر جب تم سے انعام بند کئے تھے تو اور کسی کو بھی تو دینے تھے۔ آگے سے بھی ہمارا وعدہ تھا۔ اس لئے اس کو دے دیئے۔ جب تمہارا جو حق تھا وہ پورا کر دیا گیا ہے۔ تو پھر تم کسی پر انعام کرنے پر اعتراض ہی کیا کر سکتے ہو۔ اگر تم سے پورا نہ کیا جاتا تب تو بات بھی تھی۔ لیکن اس حالت میں تمہارا اعتراض کرنا تمہاری جہالت اور بیوقوفی کی دلیل ہے۔ اسی کے متعلق بخاری شریف میں ایک حدیث ہے۔ کہ یہود اور نصارےٰ (بنی اسرائیل) کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ ایک کام کروانیوالے مرد نے مزدور کام کرنیوالوں کو کہا کون ہے جو کام کرے میرے لئے دوپہر تک۔ ایک ایک قیراط پر۔ پس یہود نے کام کیا دوپہر تک ایک ایک قیراط پر۔ پھر کہا کام کرانے والے نے کہ اب کون ہے جو دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کرے۔ سو کام کیا نصاریٰ نے عصر تک ایک ایک قیراط پر۔ پھر کام کرانے والے نے کہا۔ کہ اب کون ہے۔ جو کام کرے میرے لئے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر۔ فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ تم ہو (یعنی مسلمان) جو مشابہ ہو ان کے جنھوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا۔ پس آگاہ رہو۔ کہ تمہارے لئے اجر دو چند ہے۔ اس دو چند اجر ملنے سے یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ ہم نے تو سب سے زیادہ کام کیا یعنی صبح سے لیکر دوپہر تک اور ہمیں مزدوری کم ملی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے جو کام کرانے والا تھا کہا۔ کہ کیا میں نے تمہارے مقررہ حق میں سے کچھ کمی کر کے تم پر ظلم کیا ہے۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے کہا۔ کہ تمہارا اعتراض ہی کیا ہے۔ یہ میرا فضل ہے۔ جسکو چاہوں زیادہ دوں +

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرماتا ہے۔ کہ تم میری اس نعمت کو یاد کرو۔ جو کہ میں نے تم پر نازل کی تھی۔ اور میں نے تم کو تمہارے زمانہ میں سب پر فضیلت دی تھی +

فضلتکم علی العلمین کے یہ معنے نہیں۔ کہ تمام اگلوں پچھلوں پر فضیلت دیدی تھی۔ کیونکہ اگر یہ معنے کئے جائیں۔ تو ہمیشہ فضیلت ایک قوم کے لئے ہی ہونی چاہیے حالانکہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ان اللہ اصطفٰٓی اٰدم ونوحًا واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العلمین ۝ ذریۃ بعضھا من بعض ط واللہ سمیعٌ علیمٌ ○   رکوع ۴   سورہ آل عمران

تو اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کو اس زمانہ پر فضیلت تھی۔ جس میں کہ وہ تھے +

اللہ تعالیٰ ان کو پوچھتا ہے کہ بتاؤ تمہیں اس زمانہ میں فضیلت دی تھی یا نہیں بنی اسرائیل اس کا انکار نہیں کر سکتے +

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہیں آئے گا

شَـيْــــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ

اور نہ قبول کی جاوے گی اس سے سفارش اور نہ

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

اس سے معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ وہ لوگ مدد دیئے جاویں گے

اس لئے فرمایا۔ کہ ڈرو اس دن سے جبکہ کوئی نفس کسی نفس کے بدلے کچھ بھی کفایت نہیں کرے گا۔ اور نہ اس سے شفاعت قبول کی جائیگی۔ اور کوئی بدلہ بھی نہیں لیا جائے گا اور نہ وہ مدد دیئے جائینگے +

پہلے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یٰبنی اسرآءیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین۔ تم کو تمام جہان پر فضیلت دی۔ اور اب فرمایا۔ کہ واتقوا یومًا لا تجزی نفس عن نفس شیئًا ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یوخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون ○۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ تو یہ ساتھ اس لئے فرمادیا ہے کہ جو بنی اسرائیل اسوقت مخاطب تھے۔ وہ نیک نہیں تھے۔ بلکہ بدکار تھے۔ اور ان میں سے جنکو فضیلت دیگئی تھی۔ وہ اور تھے۔ جو کہ گذر چکے تھے۔ تو قوموں میں یہ عام خیال ہوتا ہے۔ کہ چونکہ ہمارے باپ دادا اچھے اور متقی تھے۔ ہم بھی اچھے ہی ہیں۔ اور یہ بغیر کسی نیکی اور تقوےٰ کے مفت میں فضیلت لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو فضیلت دی تھی۔ تو ساتھ ہی اس بات کا ازالہ فرمادیا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ ایک وقت جو تم کو فضیلت دی تھی۔ تو وہ تمہارے لئے پیٹنٹ ہو گئی ہے۔ خدا کی فضیلت ایسی نہیں ہوتی۔ کہ کسی کی اولاد خواہ گندی ہو پھر بھی باپ دادا کی وجہ سے اسے فضیلت دیجائے